غیرت کے نام پر قتل: ایک شرعی و تحقیقی جائزہ

A Critical Analysis of Honor Killing: According to Islamic Parspective

ڈاکٹر کریم داد[i] محمد عادل[ii]

Abstract

Every society is loaded with faults and defects. In Human's Society, civilizations and religious institutions presented different views, but none of them came with the soul satisfaction of Human beings. Allah has bestowed human beings with a religion; Islam, which is a complete code of life. The preachers of Islam, Ulama and Fuqaha are constantly working for the solutions of those exiting defects in the society. In those defects, one of them is Honor Killing which common is Pakistani society and exiting specifically in Pathan areas.

Honor Killing is an act of violence, usually murder, committed by male family members against female family members and their male accomplices, who are held responsible for bringing dishonor upon the family. Honor killing is known by different names in different language i.e. in Pashtu it is called "Tore", in Sindhi and Baloochi it is called "Karo Kari" and in Punjabi it is called "Kalla Kali". What is background of this type of killing? What are the reasons for this type of killing? And how can this killing be controlled in light of Islamic teachings? In this article all these points are discussed critically in eye of Islamic Shari'a.

Keywords:*Honor Killing,Islamic Teachings, Society, Pakistani Context*

ہر معاشرے میں موجود خامیوں پر قابو پانے کے لئے بہترین ممکنہ حل تلاش کیا جاتا ہے۔ انسانی معاشرے کو خامیوں اور مسائل سے پاک کرنے کے لئے مختلف تہذیبوں اور ادوار میں مختلف نظریات پیش کئے گئے، لیکن کوئی بھی ایسا مکمل نظریہ پیش نہ کیا جاسکا جو ہر طرح سے انسان کی فطرت سے مطابقت رکھتے ہوئے اس کے تمام مسائل کے حل کی صلاحیت رکھتا ہو۔ بالآخر اسلام کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے انسانیت کو ایک ایسے کامل دین سے نوازا جو حیات انسانی کے ہر شعبہ میں بھرپور رہنمائی کے ساتھ ہر قسم کے مسائل کا بہترین حل پیش کرتا ہے۔ علماء وفقہاء نے ہر زمانے میں اسلامی اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے انسان کو درپیش مسائل کا حل پیش کیا ہے۔

وقت گزرنے کے ساتھ انسان کو پیش آنے والے دیگر مسائل کی طرح معاشرتی مسائل میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔ عصر حاضر میں بھی نت نئے مسائل پیش آرہے ہیں، ان میں سے ایک بڑا مسئلہ غیرت کے نام پر قتل ہے۔ یہ مسئلہ

---

i اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، عبدالولی خان یونیورسٹی، مردان

ii پی ایچ۔ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، عبدالولی خان یونیورسٹی، مردان

پاکستانی معاشرے میں عموماً اور پٹھان معاشرے میں خصوصاً پیش آتا رہا ہے۔اس برائی کے سد باب کے لئے مختلف اوقات میں قانون سازی کی گئی ہے، لیکن اس مسئلے میں کمی کے بجائے اضافہ ہورہا ہے۔چونکہ پاکستانی معاشرہ ایک اسلامی معاشرہ ہے اس لئے اگراس معاشرتی برائی کے خاتمے کے لئے شریعت اسلامی کا نقطۂ نظر سامنے لایا جائے تو یہ موجودہ قوانین کو مؤثر بنانے میں مددگار ثابت ہوگا۔اسی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک تحقیقی کاوش کی گئی ہے، جس میں پہلے "غیرت کے نام پر قتل" کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔پھر اس قتل کے اسباب اور ممکنہ صورتوں پر روشنی ڈالی گئی ہے، پھر وہ حدیث ذکر کیا گیا ہے جسے بعض لوگ اس قتل کے لئے دلیل مانتے ہیں، اور اس حدیث کے بارے میں مختلف ائمہ کا نقطہ نظر بیان کیا گیا ہے، اور آخر میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اس قتل کے سد باب پر بحث کی گئی ہے۔

غیرت کے نام پر قتل

لغت میں غیرت کا مطلب ہے:

" تغيير القلب وهيجان الغضب بسبب المشاركة في ما به الاختصاص[1]"

"کسی خاص چیز میں کسی دوسرے فرد کی مشارکت سے اس چیز کے مالک کے دل میں جو تغییر یا اس کو جو غصہ آتا ہے اس کا نام غیرت ہے۔"

غیرت آدمی کی اندرونی کیفیت و حالت کی اس تغیر کو کہتے ہیں جو اپنے قرب و جوار اور معاشرے میں کسی ناگوار چیز کو دیکھنے سے پیدا ہو تا ہے۔مثلاً کوئی مرد اپنی عورت کو غیر مرد کے پہلو میں دیکھے تو ایک انسان اپنی طبعی غیرت کی بنیاد پر یہ چاہتا ہے کہ اس آدمی کو اور اپنی بیوی یا محرم دونوں کو قتل کر دے۔حالانکہ ایک کامل مسلمان دیکھے گا کہ اس حالت میں اسلام ہمیں کیا تعلیم دیتا ہے۔شریعت میں غیرت کا مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان اللہ تعالیٰ کے مشروع کردہ احکام کو توڑتا ہوا دیکھے تو اس کو جو غصہ آئے اس کو شرعی اصلاح میں غیرت کہیں گے۔

عرف میں غیرت عار دلانے کو کہتے ہیں کہ کسی شخص کو کسی کام پر عار دلائی جائے یا اس کو کسی کام پر ابھارنے کے لئے کوئی بات کی جائے، جس سے اس کی اندرونی کیفیت تبدیل ہو جائے اور اس کو جس کام پر ابھارا جاتا ہے اس کام کے لئے تیار ہو جائے۔اس کے علاوہ غیرت کے عرفی مفہوم میں یہ بھی داخل ہے کہ اگر خاندان میں مرد یا عورت کوئی ایسا کام کرے جس سے معاشرے میں اس کام کی وجہ سے اس خاندان کی عزت پر کوئی حرف آئے، جس سے اس مرد یا عورت کے خاندان کو غصہ آجائے تو اس کو بھی غیرت کہتے ہیں۔عام معاشرے میں غیرت کا یہی مقصد لیا جاتا ہے۔

مختلف معاشروں میں غیرت کا مفہوم مختلف ہوتا ہے۔مثلاً عرب کے دستور کے مطابق عورتوں سے کام کرانا مردوں کے شایان شان نہ تھا۔کیونکہ اس سے مرد کا کم ہمت، نفس پرست اور غیرت کے لحاظ سے کم تر ہونا معلوم ہوتا تھا(2)۔ ضروری نہیں کہ غیرت صرف مردوں کو ہی آئے بلکہ انسانی فطرت کے تقاضے کے مطابق عورت کو بھی غیرت

آسکتی ہے۔امام بخاریؒ نے اس پر باقاعدہ ایک باب "باب غيرة النساء ووجدهن" کے عنوان سے قائم کیا ہے۔

اس کے علاوہ غیرت غصہ اور حسد کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

" آپ ﷺ میرے سامنے حضرت خدیجہؓ کا تذکرہ اتنی کثرت سے کرتے کہ مجھے اس پر غصہ آجاتا(3)۔ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے بارے میں منقول ہے کہ جب آپ ﷺ نے ان کو نکاح کا پیغام بھیجا تو انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! "انی امراة غيرى(4)" یعنی میں ایک حاسد عورت ہوں۔"

غیرت کے نام پر قتل کو عام طور پر "*Honor Killing*" یا " *Crime of Honor* " کہا جاتا ہے۔اس کی تعریف مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ کی گئی ہے:

"An act of violence, usually murder, committed by male family members against female family members and their male accomplices, who are held responsible for bringing dishonor upon the family[5]. "

"غیرت کے نام پر قتل ایک پُر تشدد عمل ہے جو مرد سے، اپنے خاندان کی عورت اور اس کے ساتھی مرد کو قتل کرنے کی صورت میں سرزد ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ خاندان کی بے عزتی کا سبب بنتے ہیں۔"

خاندان کی بے عزتی کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں، جن میں گھر سے بھاگ جانا، خاندان کے مقرر کردہ رشتہ سے انکار کرنا، کسی بھی قسم کی غیر اخلاقی حرکت میں ملوث ہونا، یا محض اس طرح کا شک ہونا وغیرہ۔ اس قتل کو مختلف علاقوں میں مختلف نام سے یاد کیا جاتا ہے، جیسے پشتون علاقوں میں اسے تور(*Tore*) ، سندھ اور بلوچستان میں کارو کاری (*Karo Kari*)اور پنجاب میں کالا کالی(*Kalla Kali*) کہا جاتا ہے[6]۔

غیرت کے نام پر قتل کے اسباب اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان کے احکامات

پاکستانی معاشرے میں غیرت کے نام پر قتل کے مختلف اسباب ہیں۔ذیل میں ان اسباب کا تذکرہ کرکے قرآن وحدیث اور اقوال ائمہ کی روشنی میں ان کے شرعی احکام بیان کئے جاتے ہیں۔

1. بیوی پر بدکاری کا شک یا یقین ہونا

پشتون معاشرے میں شوہر کو جب اپنی بیوی پر غیر اخلاقی حرکت کا شک ہوتا ہے، یا یقینی طور پر اسے بدکاری میں ملوث پاتا ہے، تو اس صورت میں بعض اوقات شوہر معاشرے میں اپنی عزت وساکھ برقرار رکھنے کی خاطر بیوی اور اس کے ساتھ ملوث پائے گئے شخص کو قتل کر دیتا ہے، جو کہ اس معاشرے میں کوئی غیر قانونی کام تصور نہیں کیا جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ مقتولین کے رشتہ دار بھی قاتل کے خلاف کوئی کاروائی نہیں کرتے۔ایسے شخص کو عموماً معاشرے میں ایک غیرت مند شخص کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

شریعت اسلامی کا حکم:

اسلامی شریعت نے مذکورہ صورت میں شوہر کو قانون ہاتھ میں لینے کا کوئی اختیار نہیں دیا ہے، بلکہ اس صورت

میں ایک ایسا جامع نظام وضع فرمایا ہے کہ جس میں میاں بیوی دونوں کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ شُهَدَاءُ إِلَّا أَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ وَالْخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ"[7]

"اور جو عیب لگائے اپنی بیویوں کو اور شاہد نہ ہو ان کے پاس سوائے ان کی جان کے، تو ایسے شخص کی گواہی کی یہ صورت ہے کہ چار بار اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر گواہی دے کہ وہ سچا ہے، اور پانچویں بار یہ کہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی پھٹکار ہوا گر وہ جھوٹا ہے۔"

اس آیت کریمہ کی شان نزول مفسرین نے یہ بیان کیا ہے کہ ایک شخص جس کا نام ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ تھا، اس نے اپنی بیوی کے پاس ایک اجنبی شخص کو پایا اور اس کو کچھ کہے بغیر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ سنایا، تو گواہ نہ ہونے کے سبب آپ ﷺ نے اس پر حد قذف جاری کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن اجراء حد سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرما کر اس معاملے کو عام تہمت سے الگ کیا[8]۔ اس طریقہ کو شریعت کی اصطلاح میں لعان کہا جاتا ہے، جس کی تعریف ان الفاظ کے ساتھ کی گئی ہے:

"هي شهاداتٌ مؤكّداتٌ بالأيمان مقرونةٌ باللّعن قائمةٌ مقام حدّ القذف في حقّه ومقام حدّ الزّنا في حقّها"[9]

"لعان ایسی گواہیاں ہیں جو قسموں کے ساتھ موکد ہوتی ہیں اور یہ لعنت پر مشتمل ہوتی ہے۔ یہ شوہر کے حق میں حد قذف جبکہ بیوی کے حق میں حد زنا کے قائمقام ہوتا ہے۔"

اس کا طریقہ قرآن کریم میں یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ جب کوئی شوہر اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے اور اس کے ساتھ اپنے علاوہ کوئی گواہ نہ ہو تو قاضی کے سامنے پہلے شوہر اپنی سچائی پر چار قسمیں کھائے گا، جبکہ پانچواں قسم جھوٹا ہونے کی صورت میں اپنے آپ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت بھیج کر کھائے گا۔ اس کے بعد عورت بھی اسی طریقے سے پانچ قسمیں کھائے گی۔ دونوں کے پانچ پانچ قسمیں پوری ہونے کے بعد قاضی ان کے درمیان جدائی کا فیصلہ کرے گا۔ لیکن ان دونوں میں جو کوئی بھی قسم لینے سے رکا، اس پر حد جاری کی جائے گی۔ اگر مرد نے قسم سے انکار کیا تو اسے حد قذف لگائی جائے اور عورت کے انکار پر اس کو حد زنا لگائی جائے گی۔

اپنی بیوی پر شک ہونے کی صورت میں شریعت اسلامی نے واضح ہدایات دی ہیں کہ یا تو گواہ لاؤ، اور عدالت کے ذریعے بیوی کو سزا دلاؤ، یا لعان کے ذریعے اس کو الگ کر دو۔ اس کے علاوہ شوہر کو کوئی حق حاصل نہیں۔ لہٰذا شوہر کا کسی بھی صورت بیوی کو قتل کرنا شریعت کے واضح احکامات کی صریح خلاف ورزی اور ناجائز کام ہے، اور بہر صورت شوہر شریعت و قانون کی نظر میں قاتل متصور ہو گا۔

2. لڑکی کا اپنی مرضی سے شادی کرنا

پشتون معاشرے میں اگر لڑکی باپ کی مرضی واجازت کے بغیر اپنا نکاح کرا دے چاہے گھر سے بھاگ کر کورٹ میریج کی شکل میں ہو یا کورٹ سے باہر روایتی طریقے سے نکاح کیا ہو۔ دونوں صورتوں میں لڑکی اور لڑکے کے اس جرم کو ان

کے قتل کے جواز کے لئے کافی سمجھا جاتا ہے۔ لڑکی کے رشتہ داروں کو اپنی لڑکی کے ساتھ لڑکے کو غیرت کے نام پر قتل کرنے کا معاشرتی اختیار حاصل ہو جاتا ہے اور قتل کے بعد لڑکے کے خاندان والے قانونی وانتقامی کاروائی سے گریز کرتے ہیں، کیونکہ ان کی نظر میں بھی لڑکے کے اس جرم کی کم سے کم سزا قتل ہوتی ہے۔

شریعت اسلامی کا حکم

شریعت نے ولی کو لڑکی کے نکاح میں اختیار دیا ہے، چاہے وہ بالغ ہی کیوں نہ ہو اور ایسے نکاح کو باطل قرار دیا جو ولی کی اجازت کے بغیر کیا گیا ہو جیسے حدیث مبارک میں آتا ہے:

"أيما امرأة نكحت بغير إذن وليها فنكاحها باطل فنكاحها باطل فنكاحها باطل[10]"

"جو عورت ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرے تو اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے۔"

اسی طرح ایک اور روایت میں آیا ہے:

"لا نكاح إلا بولي[11]"

"ولی کی اجازت کے بغیر نکاح جائز نہیں۔"

اگرچہ احناف کے نزدیک ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نافذ ہو جاتا ہے، لیکن پھر بھی ولی کی اجازت کو ترجیح دیتے ہیں تاکہ لڑکی کا یہ عمل بے حیائی کی طرف منسوب نہ ہو[12]۔

دوسری طرف شریعت اسلامی نے نکاح میں بالغ لڑکی سے اجازت لینے کا حکم دیا ہے۔ رسول اللہ کا فرمان ہے:

"الأيم أحق بنفسها من وليها والبكر تستأذن في نفسها وإذنها صماتها[13]"

" ثیبہ کا اپنے نفس کے متعلق اختیار اپنے ولی سے بڑھ کر ہے جبکہ باکرہ سے اس کے نفس کے متعلق پوچھا جائے گا اور اس کا سکوت اختیار کرنا اس کی اجازت ہے۔"

مذکورہ حدیث مبارک الفاظ کے اختلاف کے ساتھ سنن نسائی میں بھی منقول ہے[14]۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ باپ کے کئے ہوئے نکاح کو لڑکی کی ناراضگی کی وجہ سے رد فرمایا۔ صحیح بخاری میں یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ منقول ہے:

"أنكحها أبوها وهي كارهة فرد النبي صلى الله عليه وسلم ذلك[15]"

"اس کی مرضی کے بغیر اس کا نکاح باپ نے کرایا تو رسول اللہ ﷺ نے اس نکاح کو رد فرمایا۔"

شریعت کی نظر میں بالغ لڑکی کا خود کیا ہوا نکاح اگرچہ مستحسن عمل نہیں، لیکن پھر بھی اسے ایسا کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ لہٰذا اس پر لڑکی کو مطعون کر کے اس درجہ مجرم سمجھنا کہ اس کے قتل کو جائز سمجھا جائے کسی صورت جائز نہیں۔ البتہ لڑکی کے خود کئے ہوئے نکاح کے معاشرہ اور خود اس کی زندگی پر پڑنے والے برے اثرات کسی سے پوشیدہ نہیں، اس لئے بہتر یہی ہے کہ لڑکی نکاح کے فیصلے میں اولیاء کی رائے کا احترام کرے۔

3 غیر اخلاقی حرکات کا شک ہونا

پشتون معاشرے میں بعض اوقات محض شک کی بناء پر اپنی رشتہ دار لڑکی اور اس کے ساتھ ملوث پائے گئے مرد کو غیرت کے نام پر قتل کیا جاتا ہے۔ غیرت کے نام پر قتل کی صورت بعض اوقات انتہائی معمولی عمل کو بنیاد بنا کر کئے جاتے ہیں، جیسے مرد و زن کا خفیہ یارانہ و تعلقات رکھنا، موبائل پر یا براہ راست بات چیت کرنا، سر راہ لڑکی کو کوئی اشارہ وغیرہ کرنا، کسی کے گھر میں جھانکنا یا ان افعال کا محض شک ہونا۔ اس قسم کے افعال کو اکثر چادر اور چار دیواری کے عدم تقدس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

شریعت اسلامی کا حکم

شریعت اسلامی نے جرائم کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک وہ جرائم جن کی سزا شارع نے خود مقرر کی ہے، جنہیں حدود اللہ کہا جاتا ہے[16]، جبکہ دوسری قسم میں وہ جرائم شامل ہیں جس میں سزا کا اختیار حاکم کو تفویض کیا گیا ہے، جنہیں تعزیر کہا جاتا ہے[17]۔

صورت مذکورہ میں رشتہ دار جس گناہ کا الزام لگائیں اگر حدود اللہ میں شامل ہو تو اس کے لئے شرط یہ ہے کہ اس کا اجراء حاکم وقت ہی کر سکتا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی میں حدود اللہ خود قائم فرمائے اور آپ کے بعد خلفاء نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا۔ البتہ امام اگر کسی کو اپنا نائب مقرر کرے تو اس کو بھی حدود کے قیام کا اختیار حاصل ہو جاتا ہے جیسا کہ غامدیہ کے واقعہ میں آپ ﷺ نے سیدنا انیسؓ کو تصدیق اور اقامت حد میں اپنا نائب بنایا[18]۔

رشتہ دار جس گناہ کا الزام لگائے اگر وہ حدود اللہ نہیں تو پھر حاکم کو تعزیری سزا دینے کا اختیار ہے اس صورت میں بھی شریعت نے کسی کو خود قانون کے نفاذ کا اختیار نہیں دیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ گناہ و جرم جس درجے کا بھی ہو، سزا کا اختیار حاکم یا اس کے مقرر کردہ نائب کو ہوگا۔ لہٰذا کسی بھی صورت رشتہ داروں کا خود کوئی سزا دینا شرعاً جائز نہیں۔

غیرت کے نام پر قتل کا مستدل اور ائمہ کرام کا موقف

غیرت کے نام پر قتل کا تصور چونکہ پُرانے زمانے بلکہ انسان کی پیدائش کے ابتدائی دور سے پایا جاتا ہے، اس لئے اس کا ذکر احادیث مبارکہ میں بھی ملتا ہے۔ مذکورہ قتل کا شرعی حکم اور اس کی مختلف صورتوں کو تفصیلاً بیان کرنے کے بعد یہ ضروری ہے کہ اس حدیث مبارک کے متعلق ائمہ کی آراء نقل کی جائے جس کو غیرت کے نام پر قتل کے لئے دلیل بنایا جاتا ہے۔
مفسرین و محدثین سوۃ النور آیت ٦ کی شان نزول میں یہ حدیث مبارک نقل کرتے ہیں:

"أَرَأَيْتَ الرَّجُلَ يَجِدُ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا أَيَقْتُلُهُ؟ قَالَ رَسُولُ اللهِ لَا قَالَ سَعْدٌ بَلَى وَالَّذِي أَكْرَمَكَ بِالْحَقِّ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ اسْمَعُوا إِلَى مَا يَقُولُ سَيِّدُكُمْ[19]"

" آپ کا کیا خیال ہے کہ کوئی اپنی بیوی کے ساتھ دوسرے شخص کو پائے تو کیا وہ اسے قتل کردے؟ نبی ﷺ نے فرمایا نہیں۔ سعد بولے ہرگز نہیں اس کی قسم جس نے آپکو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا تو نبی ﷺ نے جواب دیا سنو، سنو تمہارا سردار کیا کہہ رہا ہے؟"

اسی طرح ایک اور روایت بھی منقول ہے:

"قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ يَا رَسُولَ اللهِ لَوْ وَجَدْتُ مَعَ أَهْلِي رَجُلًا لَمْ أَمَسَّهُ حَتَّى آتِيَ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ؟ قَالَ رَسُولُ اللهِ نَعَمْ قَالَ كَلَّا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ إِنْ كُنْتُ لَأُعَاجِلُهُ بِالسَّيْفِ قَبْلَ ذَلِكَ، قَالَ رَسُولُ اللهِ اسْمَعُوا إِلَى مَا يَقُولُ سَيِّدُكُمْ إِنَّهُ لَغَيُورٌ وَأَنَا أَغْيَرُ مِنْهُ وَاللهُ أَغْيَرُ مِنِّي[20]"

"سعد بن عبادہؓ کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی شخص کو پاؤں تو میں اس کو کچھ نہیں کہہ سکتا حتی کہ چار گواہ لے آؤں تو رسول اللہ ﷺ بولے ہاں۔ سعد کہنے لگے ہرگز نہیں، قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میں تو جلد ہی اس سے قبل تلوار سے اس کا کام تمام کردوں گا۔ تو آپ ﷺ نے کہا سنو اپنے سردار کی سنو۔ یہ بڑا غیور ہے اور میں اس سے زیادہ غیور ہوں اور اللہ مجھ سے بھی زیادہ غیرت مند ہے۔"

اس حدیث مبارک سے استدلال کرتے ہوئے ائمہ نے غیرت کے نام پر قتل کے حکم میں معمولی اختلاف کیا ہے، بعض ائمہ اس میں مطلقاً قصاص واجب سمجھتے ہیں جبکہ بعض ائمہ اسی حدیث کو دلیل بنا کر قاتل کے مختلف شرائط کے ساتھ قصاص کے قائل ہیں۔ اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے علامہ عینیؒ فرماتے ہیں:

" اس حدیث کے متعلق ہمارے ائمہ کا قول ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مرد کو اپنی بیوی یا محرم عورت کے ساتھ بدکاری کی حالت میں پائے تو اس حدیث کی رو سے جائز ہے کہ عورت و مرد دونوں کو قتل کرے لیکن بعض نے مطلقاً ایسی صورت میں قتل کو ناجائز کہتے ہیں[21]۔"

علامہ ابن عابدینؒ احناف کے اس قول کی مزید وضاحت ان الفاظ کے ساتھ فرماتے ہیں:

"اگر مرد و عورت کو بدکاری کرتے ہوئے پایا اور ان کو آواز یا ضرب سے روکا اور وہ رک گئے تو قتل کرنا جائز نہیں، لیکن اگر عورت اپنی مرضی سے مرد کے ساتھ شریک تھی اور آواز یا ضرب سے منع نہ ہو تو دونوں کو قتل کرنا جائز ہے۔ لیکن آگے خود وضاحت فرماتے ہیں کہ ایسا کرنا اس کے لئے دیانۃً جائز ہے یعنی عنداللہ وہ بری الذمہ ہوگا۔ جبکہ قضاءً ایسا کرنا جائز نہیں یعنی قاضی گواہوں کے بغیر اس کی تصدیق نہیں کرے گا اور اسے قانون کے مطابق سزا دی جائے گی[22]۔"

مالکیہ کے نزدیک اگر مرد یا عورت محصن ہو تو قتل کرنے پر قاتل قصاص سے محفوظ رہے گا اور اگر غیر محصن کو قتل کیا اور گواہوں سے ان کا زنا ثابت کیا، تب بھی قاتل کو قصاصاً قتل کیا جائے گا۔ گواہوں کے ذریعے ثابت نہ کرسکنے کی صورت میں یہ شخص قصاص سے محفوظ ہوگا[23]۔

ابن بطالؒ فرماتے ہیں:

"قصاص صرف اس صورت میں ساقط ہوگا کہ جب گواہوں کے ذریعے ایسا زنا ثابت ہو جو کہ موجب رجم ہو، اگر زنا موجب رجم ثابت نہ ہو تو گواہ پیش کرنے کے باوجود قاتل کو قصاصاً قتل کیا جائے گا[24]۔"

امام شافعیؒ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں:

"اگر کوئی کسی شخص کو اپنی بیوی کے ساتھ پائے اور ان دونوں یا کسی ایک کو قتل کرے تو بہر صورت قاتل کو قصاص میں قتل کیا جائے گا۔ قاتل کو صرف اس صورت میں معاف کیا جائے گا کہ مقتول کے ورثاء اسے معاف کر دے[25]۔"

علامہ نوویؒ نے بعض علماء کا مؤقف یہ نقل فرمایا ہے:

" حاکم کی اجازت کے بغیر کسی کو قتل کرنے والا چاہے محصن کو قتل کرے یا غیر محصن کو اور چاہے ان کی زنا پر گواہ لا سکے یا ایسا نہ کر سکے بہر صورت قاتل کو قصاصاً سزائے موت دی جائے گی[26]۔"

اس حدیث مبارک کے متعلق ائمہ کے اقوال کا جائزہ لینے کے بعد چند ایسی وجوہات سامنے آتی ہیں جو واضح طور دلالت کرتی ہیں کہ اس حدیث سے عصر حاضر میں ہونے والے غیرت کے نام پر قتل کے جواز یا قاتل کے عدم قصاص کے لئے استدلال کرنا جائز نہیں:

1) مذکورہ حدیث اپنی بیوی کو غیر اخلاقی حالت میں کسی کے ساتھ دیکھنے کی صورت میں مشروط اجازت دیتا ہے۔ جبکہ ہمارے معاشرے میں محض شک پڑنے یا نکاح میں ولی کی اجازت کا خیال نہ رکھنے وغیرہ صورتوں میں غیرت کے نام قتل کیا جاتا ہے، جو اس حدیث مبارک سے کسی صورت ثابت نہیں ہوتا۔

2) ائمہ کے اقوال میں واضح طور پر یہ بیان کر دیا گیا ہے کہ زنا موجب حد کا ہونا چار عادل گواہوں سے ثابت ہو تب بعض ائمہ قاتل کے عدم قصاص کے قائل ہیں۔ جبکہ عصر حاضر میں ہونے والے قتل میں ایسی کسی شرط کی پرواہ نہیں کی جاتی، لہٰذا اس حدیث کو مذکورہ صورت میں دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔

3) اکثر ائمہ گواہ پیش کرنے کے بعد بھی قاتل کے صرف دیانۃً سچائی کے قائل ہیں، جبکہ دنیوی سزا بہر حال قصاص کی صورت میں جاری ہو گی۔

4) مذکورہ حدیث کے ورود کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک جائز طریقہ لعان کی صورت میں نازل فرمایا، تو بعض ائمہ کے قول کے مطابق اس حدیث کو اگر قتل کی اجازت اور قاتل کی عدم قصاص کے لئے دلیل مانا بھی جائے تب بھی آیت کے نزول کے بعد آیت میں مذکورہ طریقہ ہی استعمال کرنا ہی بہتر ہے۔

اس جرم کے سد باب کے لئے چند گزارشات

غیرت کے نام پر قتل بلاشبہ ایک سنگین معاشرتی مسئلہ کی صورت اختیار کرتا جا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف فورمز پر اس مسئلے کی روک تھام کے لئے اقدامات کئے جا رہے ہیں۔ انہی کوششوں کی وجہ سے ایسے قوانین بھی بنائے گئے ہیں جو اس مسئلے کی تدارک میں مددگار ثابت ہوں، لیکن ان قوانین کا کوئی خاص اثر نظر نہیں آتا، بلکہ اس مسئلے میں روز افزوں

اضافہ ہو رہا ہے۔ لہٰذا ہر سطح پر ایسے اقدامات ناگزیر ہو چکے ہیں جو اس مسئلے کو مکمل طور ختم کر سکیں، ذیل میں اسی حوالے سے چند گزارشات پیش کی جاتی ہیں:

1. اس مقصد کے لئے ایسے قوانین بنائے جائیں، جن میں ہر مکتبہ فکر کے لوگوں کی رائے کو شامل کیا جائے، تاکہ شرعی و معاشرتی طور پر قوانین قابل قبول ہوں، کیونکہ یک طرفہ قوانین اثر پذیر نہیں ہوتے۔
2. میڈیا کے ذریعے اس عمل کی شناعت و خرابی اور اس کے متعلقہ قوانین کی موئثر تشہیر کی جائے اور اس مقصد کے لئے مذہبی رہنماؤں کی خدمات حاصل کی جائیں۔ چونکہ اس طرح کے واقعات بے حیائی کے فروغ کے سبب وقوع پذیر ہوتے ہیں، لہٰذا پرنٹ، الیکٹرانک اور سوشل میڈیا پر بے حیائی کی روک تھام کے موئثر قوانین بنائے جائیں۔
3. نصاب میں اس حوالے سے ابتدا سے شعور پیدا کرنے والے مضامین شامل کئے جائیں، جن میں انسانی جان کی حرمت، انسانی جان کو نقصان پہنچانے والے افعال پر مقرر کردہ سزاؤں، بے حیائی کی دنیوی و اخروی نقصانات اور نکاح میں من مانی کرنے کے معاشرتی نقائص وغیرہ کا ذکر ہوں۔

نتائج بحث

شریعت نے عورتوں کو آزادی کے ساتھ شرعی حدود و قیود کے اندر رہ کر تعلیم و تعلم، تفریح، تجارت اور اپنی مرضی سے اپنے جوڑ کے خاوند کے ساتھ شادی کرنے کی اجازت دی ہے۔ اسلامی شریعت میں کسی بھی شخص کو غیرت کے نام پر عورت کو قتل کرنے کی نہ اجازت ہے، اور نہ کوئی گنجائش۔ بلکہ شریعت نے قتل کی بجائے انتہائی بہترین متبادل حل پیش کئے ہیں۔ اسلامی شریعت میں حاکم کے علاوہ کسی کو بھی کسی بھی سزا کی اجازت نہیں۔ اگر کوئی شخص اس معاملہ میں کسی عورت کو قتل کرتا ہے، تو گویا وہ معاشرے میں اپنی دھاک بٹھانے کی خاطر قتل کر رہا ہے، جو "فساد فی الارض" کے زمرے میں آئے گا۔ ایسے معاملے میں اگر مقتول کے اولیاء اپنے مقتول کے خون کو معاف بھی کرے تب بھی حکومت کو اختیار حاصل ہے کہ وہ تحقیق کر کے معاملے کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کرے، اور اگر مناسب سمجھے تو از خود کاروائی کر کے قاتل سے قصاص بھی لے سکتی ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص غیرت کے نام پر کسی کو قتل کر دے تو حکومت وقت معاشرے کو دھشت سے پاک اور پر امن بنانے کے لئے قاتل کو قرار واقعی سزا دے، تاکہ لوگ پر امن اور پر سکون زندگی گذار سکیں۔ اس سنگین مسئلے کی روک تھام کے لئے موئثر قانون سازی اور ہر سطح پر شعور اجاگر کرنا قوم کے ہر فرد کی ذمہ داری ہے۔

حواشی وحوالہ جات

1 الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیہ ۳۱: ۳۳۹، مادہ غیرہ، وزارۃ الشؤون الاسلامیہ، الکویت، ۱۴۲۷ھ

2 العسقلانی، حافظ ابن حجر، فتح الباری ۸: ۳۲۴، دار المعرفہ، بیروت، ۱۳۷۹ھ

3 نفس مصدر ۸: ۳۲۶

4 أبوالفضل أحمد بن علی بن محمد بن أحمد بن حجر، الاصابہ فی تمیز الصحابہ ۸: ۲۴۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ

5 Facets of violence against women, samar Minallah & Ayesha Durrani, 25,Pangraphics , Islamabad ,2009

6 *Ibid*

7 سورۃ النور ۲۴: ۶-۷

8 محمد بن جریر الطبری، تفسیر الطبری، ۱۹: ۱۱۱، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۲۰۰۰ء

9 عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی، کنز الدقائق ۱: ۳۰۱، دار البشائر الاسلامیۃ، ۲۰۱۱ء

10 امام ترمذی، أبو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، سنن ترمذی، ابواب ا لنکاح، باب ما جاء لا نکاح الا بولی، حدیث (۱۱۰۲) شرکہ مکتبہ ومطبعہ- مصر، ۱۳۷۵ھ/ ۱۹۹۵ء

11 امام ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، کتاب ا لنکاح، باب فی الولی، حدیث (۲۰۸۵) المکتبہ العصریہ، صیدا، بیروت (س-ن)

12 المرغینانی، علی بن ابی بکر الہدایۃ ۱: ۱۹۱، دار احیاء التراث العربی، بیروت، (س-ن)

13 امام مسلم، مسلم بن الحجاج القشیری، صحیح مسلم، کتاب الحج، باب استئذان فی ا لنکاح، حدیث (۱۴۲۱) دار طوق النجاۃ (س-ن)

14 امام نسائی، أحمد بن شعیب، سنن النسائی، کتاب ا لنکاح، باب استئذان البکر فی نفسھا، حدیث (۳۲۶۱) مکتب المطبوعات الإسلامیۃ - حلب، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء

15 امام بخاری، أبو عبداللہ محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الحیل، باب فی ا لنکاح، (۶۹۶۹) دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ

16 الجرجانی، علی بن محمد بن علی الزین الشریف، کتاب التعریفات ۱: ۸۳، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۰۳ھ

17 الکاسانی، علاء الدین ابو بکر بن مسعود، بدائع الصنائع، ۷: ۶۳، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۹۸۳ء

18 صحیح البخاری، کتاب الحدود، بالاعتراف بالزنا، حدیث (۶۸۲۷)

19 صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب انقضاء العدۃ المتوفی عنہا زوجہا، حدیث (۱۴۹۸)

20 صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب انقضاء العدۃ المتوفی عنہا زوجہا، حدیث (۱۴۹۸)

21 العینی، بدر الدین محمود بن احمد، عمدۃ القاری، ۲۴: ۲۱، دار احیاء التراث العربی، بیروت (س-ن)

22 ابن عابدین محمد امین بن عمر الحنفی، رد المحتار علی الدر المختار، ۳: ۶۳، ۶۴، دار الفکر، بیروت، ۱۹۹۲ء

23 ابن عبد البر، یوسف بن عبداللہ بن محمد، الاستذکار ۷: ۱۵۷، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۲۰۰۰ء

24 ابن بطال، علی بن خلف، شرح صحیح البخاری، ۸: ۴۸۰، مکتبۃ الرشد، الریاض، ۲۰۰۳ء

25 النووی، یحییٰ بن شرف، المنہاج شرح صحیح مسلم ۱۰: ۱۲۱، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۷۲ء

26 امام شافعی، محمد بن ادریس، الام ۶: ۳۱، دار المعرفۃ، بیروت، ۱۹۹۰ء